تصاویرِ قرآنی

حوادث کی منظرکشی

سید قطب شہید

اب تک ہم نے معنوی مفہومات، نفسیاتی کیفیات اور انسانی نمونوں کی مثالیں پیش کی ہیں، اور بتایا ہے کہ قرآن مجید کا اسلوب تعبیر کتنی خوب صورتی کے ساتھ انھیں تصویر کا تشخص اور حرکت عطا کرتا ہے۔ اس طرح کہ ایک مجرد تعبیر کی ایک تصویر کھنچ جاتی ہے۔ اب ہم ظہور پذیر واقعات، تمثیلات اور تاریخی قصص کی تصاویر کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ان سب میں تصویر کشی کا طریقہ ایک ہی ہے اور ان کی تصاویر کے درمیان قریبی مشابہت پائی جاتی ہے۔

پہلے، واقعات کی تصاویر دیکھیے:

۱۔ دیکھیے، قرآن (غزوۂ احزاب میں) ہزیمت کی منظرکشی کس انداز میں کرتا ہے۔ میدان جنگ نگاہوں کے سامنے موجود ہے۔ اس میں کی گئی حرکات بھی نگاہ کے سامنے ہیں، پوشیدہ و مضمر جذبات و تاثرات بھی عیاں ہیں۔ اس تصویر میں محسوس و ظاہر صورتیں نفسیاتی صورتوں کے ساتھ مل جل گئی ہیں۔ اس تصویر کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ نگاہ کے سامنے نئے سرے سے معرکہ قتال بپا ہے، اور اس کے چھوٹے یا بڑے کسی حصہ کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا، یہ نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ
وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۔
وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ
مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ، وَمَا هِيَ
بِعَوْرَةٍ ، اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۔ (الاحزاب ۳۳: ۹ تا ۱۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یاد کرو اللہ کے احسان کو جو ابھی ابھی اس نے تم پر کیا ہے۔ جب لشکر

تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں، جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔ جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے۔ جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بُری طرح ہلا مارے گئے۔ یاد کرو وہ وقت جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو وعدے ہم سے کیے تھے فریب کے سوا کچھ نہ تھے۔ جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ "اے یثرب کے لوگو، تمھارے لیے اب ٹھیرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، پلٹ چلو"۔ جب ان کا ایک فریق یہ کہہ کر نبیؐ سے رخصت طلب کر رہا تھا کہ "ہمارے گھر خطرے میں ہیں"، حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے، دراصل وہ محاذ جنگ سے بھاگنا چاہتے تھے۔

غور فرمایئے، شکست خوردگی کی محسوس یا نفسیاتی کیفیت میں سے کون سی کیفیت ہے، یا میدان جنگ کی ظاہری یا پوشیدہ خصوصیات سے کون سی خصوصیت ہے جس کو یہ متحرک و باریک بین، ہمہ گیر فلم اجاگر نہیں کر دیتی۔ میدان جنگ کے معرکے میں پوری طرح شریک یہ تصویر نگاہ تصور کے سامنے گھوم رہی ہے۔ یہ دشمن ہیں، جو ہر طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی آنکھیں ہیں جو ان کو دیکھ کر خوف کے مارے پتھرا رہی ہیں اور کلیجے ہیں جو منہ کو آ رہے ہیں۔ یہ مسلمان ہیں، جن کو ہلا ڈالا گیا ہے۔ اور یہ منافقین ہیں، جو فتنہ پردازی اور شکست خوردگی پیدا کرنے میں مشغول ہیں۔ کہتے ہیں کہ "اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا"۔ وہ اہل مدینہ سے کہہ رہے ہیں: تم میدان جنگ میں ٹھہر نہیں سکو گے اس لیے جان بچانے کے لیے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ یہ کچھ اور لوگ ہیں جو بزدل ہیں۔ کہہ رہے ہیں: ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر غیر محفوظ نہیں۔ یہ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے کا ایک بہانہ ہے۔

غرض یہ کہ میدان جنگ کی کوئی حرکت، کوئی تاثر اور کوئی خصوصیت ایسی نہیں جس کو اس تصویر نے ریکارڈ نہیں کر لیا ہے۔ گویا میدان جنگ برپا ہو کر نگاہوں کے سامنے ابھر آیا ہے۔ یہ ایک حقیقی واقعہ تھا، جو عملاً پیش آیا۔ مگر اس کی قرآنی تصویر ہزیمت کی مکمل منظرکشی کرتی ہے، ہر پہلو شامل کر لیتی ہے، کسی جزوی واقعہ کے سوا، شاذ ہی اس میں نہ کمی کرتی ہے نہ بیشی۔ جہاں تک اس واقعہ کی نفسیاتی تصویر کا تعلق ہے، وہ دائمی ہے، ہر زمانے میں پائی جاتی ہے۔ دو گروہ جہاں بھی باہم متصادم ہوں، اور ایک فریق شکست سے دوچار ہو، وہیں یہ تصویر نگاہ کے سامنے گھومنے لگتی ہے۔

۲- اس کے ساتھ ملتی جلتی ہزیمت کی دوسری تصویر ہے - یہ بھی اسی تصویر کی طرح ابدی اور دائمی ہے ' ایک منفرد واقعہ کی حیثیت نہیں رکھتی -

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ، مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ، ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ، وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ، وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ - اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ، وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ، وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُھُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ، يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ، يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ، يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ، (آل عمران ۳: ۱۵۲ تا ۱۵۴)

اللہ نے (تائید و نصرت) کا وعدہ جو تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا - ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے - مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا ' اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمھیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے -- اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے -- تب اللہ نے تمھیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمھاری آزمایش کرے - اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمھیں معاف ہی کر دیا کیوں کہ مومنوں پر اللہ بڑی نظر عنایت رکھتا ہے - یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے ' کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمھیں نہ تھا ' اور رسولؐ تمھارے پیچھے تمھیں پکار رہا تھا - اس وقت تمھاری اس روش کا بدلہ اللہ نے تمھیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے ' تاکہ آیندہ کے لیے تمھیں یہ سبق ملے کہ جو کچھ تمھارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہو - اللہ تمھارے سب اعمال سے باخبر ہے - اس غم کے بعد پھر اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر ایسی اطمینان کی سی حالت طاری کر دی کہ وہ اونگھنے لگے - مگر ایک دوسرا گروہ جس کے لیے ساری اہمیت بس اپنی ذات ہی کی تھی ' اللہ کے متعلق طرح طرح کے جاہلانہ گمان کرنے لگا جو سراسر خلاف حق تھے - "یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے ؟" ان سے کہو "(کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں" - دراصل یہ لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے - ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ "اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے" -

ان آیات کو پڑھ کر مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ گویا منظر میرے سامنے ہے ' جو لوگ ہیں وہ سب

بھی' جو کچھ پیش آ رہا ہے وہ سب بھی۔

تمثیلات کی تصاویر

اب ہم ان تمثیلات کی تصاویر کے نمونے پیش کرتے ہیں جو قرآن نے بیان کیے ہیں۔

۱۔ آیئے یہ باغ والے ہمارے سامنے کھڑے ہیں۔ -- یہ باغ دنیا میں ہے' آخرت میں نہیں --- رات کا وقت ہے۔ یہ باغ والے کچھ سوچ بچار کر رہے ہیں۔ پہلے فقرا و مساکین اس باغ کا پھل کھایا کرتے تھے۔ مگر اب باغ کے یہ نئے مالک ان کو ان کا حصہ نہیں دینا چاہتے۔ بلکہ مساکین کو محروم کر کے تنہا ہی سب کچھ لینا چاہتے ہیں۔ آیئے' دیکھیں کہ وہ اس منصوبے کو کس طرح عملی جامہ پہناتے ہیں۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۔ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۔ (القلم ۶۸: ۱۷' ۱۸)

ہم نے ان (اہل مکہ) کو اسی طرح آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح ایک باغ کے مالکوں کو آزمائش میں ڈالا تھا' جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح سویرے ضرور اپنے باغ کے پھل توڑیں گے اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔

انھوں نے رات کو یہ منصوبہ بنایا کہ صبح سویرے باغ کے پھل توڑ لیں گے اور فقرا و مساکین کے لیے کچھ باقی نہ چھوڑیں گے۔ ہم سردست ان کو ان کے منصوبے پر چھوڑتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ رات کی تاریکی میں کیا ہوا۔ وہ اب نظر نہیں آ رہے' اور کائنات کا اسٹیج ان سے خالی ہے۔ اچانک ناظرین کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پوشیدہ سی حرکت نمودار ہو رہی ہے' جیسے رات کی تاریکی میں کسی بدروح کی حرکت ہو۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۔ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۔ (القلم ۶۸: ۱۹۔۲۰)

رات کو وہ سوئے پڑے تھے کہ تمھارے رب کی طرف سے ایک بلا اس باغ پر پھر گئی اور اس کا حال ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی فصل ہو۔

مگر ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اب صبح ہوئی تو وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ چلو چل کر پھل توڑ لیں۔ انھیں کچھ معلوم نہیں کہ رات کی تاریکی میں باغ پر کیا حشر گزر گیا ہے۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۔ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۔ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۔ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۔ (القلم ۶۸: ۲۱۔۲۴)

صبح ان لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا اگر پھل توڑنے ہیں تو سویرے سویرے اپنی کھیتی کی طرف نکل چلو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ کوئی مسکین

تمھارے پاس باغ میں نہ آنے پائے۔

ناظرین کو چاہیے کہ ذرا چپ رہیں' اور باغ والوں کو کچھ نہ بتائیں کہ ان کے باغ پر کیا گزر چکی۔ ابھی تمسخر کا وہ قہقہہ بلند نہیں ہونا چاہیے' جس کا وقت اب آیا چاہتا ہے۔ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ باغ والے فریب خوردہ ہیں۔ وہ چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں کہ کہیں باتیں سن کر کوئی محتاج نہ آ جائے! ناظرین اپنی ہنسی کو کب تک دبائے رکھیں گے۔ اب جی کھول کر ہنس لیں! باغ والوں کے ساتھ تو بہت بڑا مذاق ہو گیا ہے:

وَّغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ - (القلم ۶۸: ۲۵)

صبح سویرے جلدی جلدی اس طرح گئے جیسے کہ وہ (پھل توڑنے پر) قادر ہیں۔

--- بے شک وہ قادر ہیں' مگر محروم رکھنے --- پر اپنے کو محروم رکھنے پر' محتاجوں کو نہیں۔

--- اب اچانک انھیں باغ کی بربادی کا پتہ چلتا ہے۔ ناظرین یہ دیکھ کر جتنا چاہیں ہنسیں --

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ - (القلم ۶۸: ۲۶)

مگر جب باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔

کہنے لگے یہ تو ہمارا وہ باغ نہیں ہے جو پھلوں سے لدا ہوا تھا۔ دراصل ہم راستہ بھول کر کسی اور جگہ آ گئے ہیں۔ لوگو' ہمیں راستہ بتاؤ۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ - (القلم ۶۸: ۲۷)

نہیں بلکہ ہم محروم رہ گئے۔

ہاں یہ بات یقینی ہے۔ اب وہ اپنے کیے پر پشیمان ہیں۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ - (القلم ۶۸: ۲۸)

ان میں سے جو سب سے بہتر آدمی تھا' اس نے کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے"؟

ہاں' واللہ تم نے اللہ کو کیوں یاد نہیں کیا' اس سے کیوں نہیں ڈرے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ - (القلم ۶۸: ۲۹)

وہ پکار اٹھے "پاک ہے ہمارا رب' واقعی ہم گناہ گار تھے"۔

مگر وقت کھو کر اب افسوس کا کیا فائدہ! جس طرح دستور ہے کہ جب کسی کام کا برا نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو اس کام کے شرکا باہم ایک دوسرے پر الزام دھرتے ہیں' اسی طرح یہ بھی کر رہے ہیں۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ - (القلم ۶۸: ۳۰)

پھر ان میں ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا۔

پھر یکایک ایک دوسرے کو مجرم قرار دینے کے بجائے سب اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں' شاید

کہ یہ اعتراف ان کے لیے مفید ثابت ہو' ان کی خطا معاف کر دی جائے اور تباہ شدہ باغ کے بجائے انھیں اور باغ مل جائے۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ـ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ـ (القلم ۶۸: ۳۱-۳۲)

آخر کو انھوں نے کہا "افسوس ہمارے حال پر' بے شک ہم سرکش ہو گئے تھے۔ بعید نہیں کہ ہمارا رب ہمیں بدلے میں اس سے بہتر باغ عطا فرمائے۔ ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں"۔

۲۔ آیئے 'اب ایک اور باغ والے کی طرف چلیں۔ اس کے ایک نہیں دو باغ ہیں 'اور باغ بھی اس باغ سے کہیں بڑے جس کو آپ نے ابھی دیکھا۔ اس کا جو قصہ ہے وہ اس کے ایک دوسرے ساتھی کے ساتھ وابستہ ہے 'جس کے پاس باغات تو نہ تھے 'مگر اس کا سینہ نور ایمان سے ضرور منور تھا۔ یہ دونوں شخص اپنے اپنے گروہ کے کردار کا نمونہ ہیں: دو باغوں والا 'ایک ایسے دولت مند شخص کے کردار کا نمونہ ہے 'جو دولت و ثروت کے گھمنڈ میں آکر اس بڑی طاقت کو بھول گیا ہے 'جس کے قبضہ میں زندگی اور سارے انسانوں کی تقدیر ہے۔ وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہے کہ یہ خوشحالی اور فارغ البالی اس کے علم اور محنت کا نتیجہ ہے یہ ابدی و دائمی ہے ' وہ قوت و شوکت سے کبھی محروم نہیں ہو گا۔ اس کے مقابلے میں اس کا ساتھی ایک ایسے مرد مومن کے کردار کا نمونہ ہے 'جو صرف ایمان کو اپنے لیے سرمایہ عزت و افتخار سمجھتا ہے 'ہمیشہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے 'اور جانتا ہے کہ ہر نعمت اپنے محسن کی یاد دلاتی ہے ' اس لیے اس کی حمد و ثنا کرتے رہنا چاہیے اور ناشکری اور نافرمانی سے بچنا چاہیے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ـ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ، وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ـ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ـ (الکہف ۱۸: ۳۲-۳۴)

اے نبیؐ' ان کے سامنے ایک مثال پیش کرو۔ دو شخص تھے۔ ان میں ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیے اور ان کے اردگرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔ دونوں باغ خوب پھولے پھلے اور بارآور ہونے میں انھوں نے ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی۔ ان باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کر دی اور اسے خوب نفع حاصل ہوا۔

ان آیات سے پہلے کردار کے دونوں باغوں کی تصویر سامنے آجاتی ہے کہ وہ کس قدر سرسبز و شاداب ہیں۔ یہ پہلا منظر ہے۔ اب دوسرا منظر دیکھیں:

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۔ (الکہف ۱۸: ۳۴)

یہ کچھ پاکر ایک دن وہ اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولا "میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقت اور نفری رکھتا ہوں"۔

کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ بات اپنے ساتھی سے اس وقت کہی جب دونوں ان باغات کی طرف جا رہے تھے۔ کچھ بعید نہیں کہ باغات کے دروازے تک پہنچ گئے ہوں۔ کیوں کہ اس کے بعد کا منظر یہ ہے:

وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۔ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۔ (الکہف ۱۸: ۳۵-۳۶)

پھر وہ اپنی جنت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا "میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی' اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ تاہم اگر مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی شان دار جگہ پاؤں گا"۔

یہ شخص کبر و غرور اور سرکشی کی آخری حد تک پہنچ گیا ہے! دیکھیے کہ اس کے غریب ساتھی پر اس کی اس گفتگو کا کیا اثر پڑتا ہے' اس کے پاس نہ باغ ہے نہ مال و دولت' اعوان و انصار بھی موجود نہیں مگر اس میں شک نہیں کہ وہ ایمان رکھتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھتے اور سنتے ہوئے بھی اپنے آپ کو ذلیل نہیں سمجھتا' وہ اپنے رب کی قدرت اور عزت کو بھی نہیں بھولتا' وہ اپنے باغی ساتھی کو راہ راست پر لانے کے فریضہ کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے مغرور ساتھی کو ملامت کر کے صحیح راہ پر لائے' اسے یاد دلائے کہ اس کی تخلیق مٹی جیسی حقیر چیز سے ہوئی ہے:

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۔ لٰكِنَّا۟ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۔ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۔ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۔ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۔ (الکہف ۱۸: ۳۷-۴۱)

اس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا "کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے پورا آدمی بنا کھڑا کیا؟ رہا میں' تو میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا' اور جب تو اپنی جنت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر پا رہا ہے تو بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیری جنت سے بہتر عطا فرمائے۔ اور تیری جنت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے' جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے' یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے تو پھر اسے کسی طرح نہ نکال سکے"۔

یہاں پہنچ کر دونوں ساتھیوں کے درمیان مکالمہ کا یہ سین ختم ہو جاتا ہے۔ ایک ساتھی مرغے کی طرح گردن اکڑائے ہوئے ہے' اس کے ہرے بھرے باغ نے اس کو مغرور بنا دیا ہے۔ دوسرا ساتھی اللہ پر یقین رکھتا ہے اور ایمان کو اپنے لیے سرمایہ عزت سمجھتا ہے۔ وہ اپنے ساتھی کو وعظ و نصیحت بھی کرتا ہے' اور تنبیہہ بھی۔ اسے بتاتا ہے کہ باغ کو سرسبز و شاداب دیکھ کر اسے کیا کرنا چاہیے تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ساتھی اس کی باتوں پر کان نہیں دھرتا۔ یہ فطری بات ہے کہ اس کی بے حسی کو دیکھ کر اس کے ساتھی کو دین کی خاطر غصہ آ جاتا ہے۔ وہ بارگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے باغ کو تباہ و برباد کر دے اور وہ ایک بے آب و گیاہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔ یا اس باغ کا پانی زمین کے اندر اتر جائے' اور وہ اسے پا ہی نہ سکے' اس کا نکالنا تو دور کی بات ہے۔ غصہ کی حالت ہی میں دونوں ساتھی ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ پھر کیا ہوا؟

وَ اُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِیْهَا وَ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ۔ (الکہف ۱۸: ۴۲)

آخر کار ہوا یہ کہ اس کا سارا ثمرہ مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اور کہنے لگا کہ "کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرایا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مومن کی دعا قبول کر لی جسے بلاوجہ تنگ کیا گیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرد مومن کا ساتھی اس بات پر کف افسوس مل رہا ہے کہ اس کا کیا دھرا اور باغ میں لگائی ہوئی محنت و سرمایہ سب ضائع ہو گیا۔ باغ تباہی سے ہمکنار ہو چکا ہے۔ اب حسرت و ندامت کے اظہار کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ آیئے' ہم اس کو اس بات پر افسوس و ندامت کرتا چھوڑ دیں کہ وہ شرک کا مرتکب کیوں ہوا' اور ہم تباہی و بربادی اور اعتراف و استغفار کے اس منظر پر پردہ ڈال دیں۔

تاریخی واقعات

اب ہم چند تاریخی واقعات کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ پہلے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا منظر پیش کرتے ہیں۔ آپ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر کر رہے ہیں۔ ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم' صدیوں پہلے نہیں بلکہ آج دونوں کو کعبہ کی تعمیر کرتے اور بارگاہ ربانی میں دعا کرتے دیکھ رہے ہیں۔

وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ ۔

اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ (البقرہ ۲: ۱۲۷-۱۲۹)
اور یاد کرو، ابراہیم اور اسماعیل جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے، تو دعا کرتے جاتے تھے:
"اے ہمارے رب، ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب، ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے رب، ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرماں) بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا، جو تیری مسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب، ان لوگوں میں خود انھی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو جو انھیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے، تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔
دعا ختم ہوئی، سین تمام ہوا، اور پردہ گر گیا۔

خبر سے دعا کی طرف نقل کرنے میں عجیب حرکت پائی جاتی ہے۔ دراصل اسی حرکت نے اس منظر کو زندگی بخشی ہے اور اسے آنکھوں کے سامنے حاضر کر دیا ہے۔ خبر یہ ہے: جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔ اس خبر کے نتیجے میں پردہ اٹھتا ہے۔ سٹیج یعنی خانہ کعبہ اور ابراہیم و اسماعیل آنکھوں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں۔ دونوں ایک طویل دعا میں مشغول ہیں۔

یہاں سارا فنی حسن و جمال اور اعجاز اس چیز میں پایا جاتا ہے کہ حکایت یکایک دعا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہاں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے ظاہر ہو کہ باپ بیٹا تعمیر کے کام کو ختم کر کے، یا اس کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ کر، دعا میں مشغول ہونے لگے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ کہانی ابھی جاری ہے، ختم نہیں ہوئی، تو اعجاز اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر یوں کہا جاتا کہ "جب ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اور یہ دعا بھی کرتے جاتے تھے کہ" اس صورت میں تصویر ناقص ہو جاتی، اور دعا صرف ایک کہانی بن کر رہ جاتی۔ مگر قرآن کی تصویر میں زندگی دوڑ رہی ہے۔ وہ حکایت نہیں حیات ہے۔ گویا ایک زندہ کہانی ہے جس کو ابھی تک سٹیج پر پیش کیا جا رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ بہت بڑا فرق ہے۔ قرآنی الفاظ میں زندگی کا جو عنصر پایا جاتا ہے اس کی وجہ سے کہانی سٹیج پر محوِ حرکت ہے اور آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اس حرکت کا راز صرف ایک لفظ 'دعا کرتے ہیں' کے حذف کرنے میں مضمر ہے۔ اسی میں سارا اعجاز پایا جاتا ہے۔

۲۔ اب ہم طوفان نوحؑ کے قصے سے ایک منظر پیش کرتے ہیں۔
وَھِیَ تَجْرِیْ بِھِمْ فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ ۔ (ہود ۱۱: ۴۲)
کشتی ان لوگوں کو لیے چلی جا رہی تھی اور ایک ایک موج پہاڑ کی طرح اٹھ رہی تھی۔

اس خوف ناک موقع پر حضرت نوح علیہ السلام میں جذبہ پدری بیدار ہوتا ہے۔ ان کا بیٹا ابھی تک کافر تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کفار کے ساتھ میرا بیٹا بھی ڈوب جائے گا۔ اچانک ایک بڑی سی لہر نمودار ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ نوحؑ علیہ السلام کے نفس کا "انسان" ان کے "نبی" پر غالب آ جاتا ہے۔ وہ بڑے اضطراب اور پریشانی کے عالم میں اپنے بیٹے کو پکارتے ہیں۔

وَنَادٰی نُوْحُ نِ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ۔ (ہود ۱۱: ۴۲)

نوحؑ نے پکار کر کہا: "بیٹا، ہمارے ساتھ سوار ہو جا، کافروں کے ساتھ نہ رہ"۔

نافرمان بیٹا باپ کی پکار کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ اور سرکش جوانی، اپنے شباب ہی کو اپنا نجات دہندہ سمجھتی ہے۔ بیٹا کہتا ہے:

قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ۔ (ہود ۱۱: ۴۳)

اس نے پلٹ کر جواب دیا "میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا"۔

پریشان باپ آخری دفعہ پکارتا ہے:

قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ (ہود ۱۱: ۴۳)

نوحؑ نے کہا: "آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے"۔

یکایک سین بدلتا ہے، ایک سرکش لہر آتی ہے اور ہر چیز کو نگل جاتی ہے۔

وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ۔ (ہود ۱۱: ۴۳)

اتنے میں ایک موج دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔

کس قدر خوف ناک منظر ہے! ڈر کے مارے سامع ان چند لمحات میں سانس روکے رکھتا ہے۔ کشتی پہاڑ جیسی بڑی بڑی موجوں کے درمیان چلی جا رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام پریشانی کے عالم میں بیٹے کو برابر پکار رہے ہیں، مگر نوجوان مغرور بیٹا، ان کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اچانک ایک زور آور، سرکش موج آ کر، آن کی آن میں اس سارے منظر کو تہس نہس کر دیتی ہے۔ اس منظر کے دیکھنے سے انسان پر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو باپ بیٹے (نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے) پر حالت زندگی میں طاری ہوئی تھی۔ انسان کے علاوہ دیگر موجودات بھی ایسے ہولناک منظر سے اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔ جب پانی کی لہریں ہر بلند و پست چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہوں تو یہ منظر جاندار اور بے جان اشیا سب ہی کو متاثر کرتا ہے۔ (جاری)

سید قطب، التصویر الفنی فی القرآن، ترجمہ و تدوین: خرم مراد، (ماخوذ از غلام احمد حریری: قرآن کے فنی محاسن)۔